

”الحامد ٹرسٹ“ نزد جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدث کبیر حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادہ عام کی خاطر ان کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لٹری میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

﴿ نظر ثانی و عنوانات : مولانا سید محمود میاں صاحب ﴾

بانی دارالعلوم دیوبند

حضرت سید حاجی محمد عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ

نسب :

سید محمد عابد ابن سید عاشق علی ابن سید قلندر بخش ابن سید جان عالم ابن سید محمد عالم ابن سید محمد جمیل ابن سید محمد اسماعیل ابن حضرت حاجی سید محمد ابراہیم رحمہم اللہ۔ سید محمد ابراہیم سے اوپر کا شجرہ نسب دوسرے مضمون میں دیا چکا ہے۔ (شاید اس سے مراد تذکرہ سادات رضویہ ہو)۔

تذکرۃ العابدین ۱۔ میں ہے کہ سات سال کی عمر میں قرآن پاک پڑھا پھر فارسی زبان پڑھنی شروع کی۔ بارہ سال کی عمر تھی کہ اس عرصہ میں مولانا ولایت علی صاحب ۲ دیوبند تشریف لائے۔ حاجی صاحب نے ان سے بیعت کی، نماز پڑھا اور تہجد کا اسی روز سے شوق ہوا کہ کبھی قضا نہ ہونے پائی۔ جب مولوی ولایت علی سہارنپور گئے آپ بھی ان کے ہمراہ ۱۔ تذکرۃ العابدین مصنفہ مولانا نذیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس دہلی ۱۳۳۳ھ۔ مولانا نذیر احمد صاحب کو حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت حاصل تھی انہوں نے اپنے مرشد کے علاوہ سلاسل اربعہ معروفہ وغیرہ کے مشائخ کے حالات بھی لکھے ہیں۔ یہ کتاب چار جلدوں میں ہے ان کی وفات ۱۳۵۸ھ میں ہوئی۔

۲۔ یہ حضرت حاجی محمد عابد صاحب کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ انہیں مولانا ولایت علی صاحب سے شرف بیعت حاصل ہوا بلکہ ملفوظات انوری میں نقشہ سلاسل سے معلوم ہوا کہ طریقہ نقشبندیہ میں مولانا نے حاجی صاحب کو اجازت سے بھی مشرف فرمایا۔ مولانا ولایت علی صاحب حضرت سید احمد شہید قدس سرہ کے خلفاء میں تھے مولانا ولایت علی کے حالات کچھ تو تذکرۃ العابدین میں صفحہ ۱۳۴ سے دیئے ہیں۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

گئے سچ مگر بڑے بھائی آپ کے اگلے روز جا کر اور مولوی صاحب سے کہہ کر لوٹا لائے حاجی صاحب کو از حد رنج ہوا پھر آپ حصول علم کے شوق میں دہلی تشریف لے گئے لیکن والد ماجد کی علالت کے باعث کچھ عرصہ بعد ہی واپس دیوبند تشریف لے آئے۔ بہت روز ان کا علاج کراتے رہے لیکن وہ صحت یاب نہ ہو سکے اور وفات پا گئے۔ ان کی وفات کے بعد آپ نے تجارت کا سلسلہ شروع کیا اور عطار کی دکان کر لی۔ ان دنوں ایک بزرگ حضرت میاں جی کریم بخش صاحب انصاری رامپوری (بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) "علماء ہند کا شاندار ماضی" جلد سوم میں "علماء صادق پور" کے حالات میں دیئے گئے ہیں جن کا خاصہ یہ ہے کہ مجاہد کبیر حضرت مولانا ولایت علی صاحب فاروقی قدس سرہ العزیز ایک نہایت متمول اعلیٰ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ پٹنہ (بہار) کے رہنے والے تھے لکھنؤ میں پڑھنے آئے اور تحصیل علوم کی اور مایہ ناز عالم بنے اسی زمانہ میں سید صاحب اپنے وطن مالوہ رائے بریلی جاتے ہوئے لکھنؤ قیام فرما ہوئے ان کے استاد مولانا محمد اشرف صاحب جو بہت بڑے منطقی فلسفی عالم تھے اپنے اس مایہ ناز شاگرد کو لے کر سید صاحب سے ملنے گئے۔ تجلیہ چا سید صاحب پورے عالم نہ تھے لیکن آیت مبارکہ و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین (ہم نے آپ کو اسی لیے بھیجا ہے کہ تمام جہانوں پر رحمت ہو) پر بیان شروع فرمایا۔ یہ سلسلہ بیان دو گھنٹے جاری رہا جس کا اتنا اثر ہوا کہ منطوق و فلسفہ اور اعتراضات سے ذہن خالی ہو گیا اور بقول سوانح نگار "دونوں کی ڈاڑھیاں روتے روتے تر ہو گئیں" یہی مولانا ولایت علی صاحب ہیں جو سید صاحب کے ساتھ رہے۔ سید صاحب کا پٹنہ وغیرہ کا کامیاب دورہ کر لیا بقول ڈبلیو ڈبلیو ہنٹران کے (سید صاحب کے) مریدوں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی تھی کہ ایک باقاعدہ نظام حکومت کی ضرورت پیش آئی۔ انہوں نے باقاعدہ اپنے ایجنٹ مقرر کیے تاکہ ہر اس شہر سے جو ان کے راستہ میں پڑتا ہو تجارت کے منافع پر ٹیکس وصول کریں اس کے بعد انہوں نے چار ضلعی مقرر کیے یعنی زوحانی نائب اور ایک قاضی القضاة مقرر کیا۔ اور اس کے لیے باقاعدہ فرمان جاری کیا جیسا کہ مسلمان بادشاہ اپنے صوبہ جات میں اپنے گورنر مقرر کرتے وقت کیا کرتے تھے اس طرح پٹنہ میں ایک مستقل مرکز قائم کرنے کے بعد یہاں سے روانہ ہوئے۔ اس میں ان خلفاء کے نام نہیں لیے گئے غالباً ان کے نام یہ ہیں مولانا سید مظہر علی صاحب، مولانا الہی بخش صاحب، مولانا ولایت علی صاحب اور قاضی القضاة مولانا شاہ قاضی احمد حسین صاحب (شاندار ماضی جلد سوم از اول تا ۶۸) پھر مولانا ولایت علی صاحب نے سید صاحب کی شہادت کے بعد "پٹنہ" کو بھی مرکز بنایا اور "ستھانہ" میں بھی جہاں بالا کوٹ سے بچے ہوئے مجاہدین نے نوشہرہ کے علاقہ میں دریائے سندھ سے اوپر "کوہ ستھانہ" میں (جو ساڑھے سات ہزار فٹ کی بلندی پر ہے) اپنا مرکز بنالیا تھا (جب آریاترک وطن کر کے کوہ ہندوکش سے گزر کر اس مقام پر پہنچے تھے تو انہوں نے اسے "مہابن" کا نام دیا تھا اس وقت یہ بہت عظیم بن تھا) ادھر پٹنہ کے مرکز سے بنگال اور بہار میں اپنے رسائل کے ذریعہ جو سوسے قریب تھے، مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کیا اور ادھر "ستھانہ" سے جہاد باسیف بھی کیا۔ سید صاحب کے بعد بالکل اسی طرز پر فریضہ جہاد کی ادائیگی میں آپ ہی ان کے جانشین ہوئے۔ آپ کی پیدائش ۱۲۵۵ھ میں اور وفات ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء میں بھرم ۶۲ سال بعارضہ خنقاہ ہوئی "ستھانہ" میں مدفون ہوئے "خل خلد" تاریخ وفات ہے۔ مولانا کے حالات ہر عالم کے لیے ایک درس ہیں مگر یہاں بیان کی گنجائش نہیں، دیکھیں شاندار ماضی جلد سوم (حامد میاں غفرلہ)۔ سچ اگر سفر میں جانا ہو جاتا تو "ستھانہ" جا کر جہاد میں شرکت ہو سکتی تھی مگر خداوند کریم کو آپ سے دوسرے کام لینے تھے۔ ۳۔ یہ رامپور ضلع سہارنپور کی ایک بستی کا نام ہے اسے رامپور منہیار ان کہا جاتا ہے، ریاست رامپور مراد نہیں ہے۔ حضرت حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو چاروں سلسلوں میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس سرہ سے بھی اجازت تھی جیسا کہ آگے آئے گا انشاء اللہ۔

دیوبند تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے بیعت ہونے کی درخواست کی بعد استخارہ شرف بیعت حاصل ہوا۔ ادھر ان ہی دنوں میاں جی کریم بخش صاحب نے خواب دیکھا کہ آسمان پر ایک بہت بڑا ستارہ ہے اس کے گرد اور بہت سے ستارے ہیں بڑا ستارہ ان کی گود میں آ گیا ہے۔ میاں جی رحمۃ اللہ علیہ نے صبح کو مریدین سے فرمایا کہ مجھ سے کوئی سید بیعت ہوگا تبع سنت ہوگا۔ اس سے لوگوں کو بڑا فیض پہنچے گا اور وہ بہت سے دینی کام انجام دے گا۔ (تذکرہ تاریخ دیوبند ص ۲۴۸)

میاں جی کریم بخش صاحب نے اپنی حیات میں اپنے صاحبزادے میاں حسن علی صاحب اور اپنے پیر کے بیٹے میاں محمد صدیق صاحب کو بھی بیعت کرا دیا۔ (ملخصاً تذکرۃ العابدین ص ۶۲ تا ۶۵)

پھر لکھتے ہیں ”اس کے بعد حاجی صاحب مع متعلقین کے ہمراہ مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی یعقوب صاحب و مولوی مظفر حسین صاحب و مولوی نور الحسن صاحب مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ بمبئی میں حاجی صاحب کی ملاقات شاہ محمد امام صاحب قادری مدراسی سے ہوئی۔ انہوں نے تبرکاً اجازت دی۔ (تذکرہ ص ۶۶) حج سے واپسی پر آپ نے اس کا ذکر میاں جی کریم بخش صاحب سے کیا۔ انہوں نے پسند فرمایا اور فرمایا کہ یہ بزرگ ابدال میں سے ہیں جنہوں نے میری اجازت پر ”صاد“ کی ہے اس کے کچھ عرصہ بعد میاں جی کریم بخش صاحب کی ۱۷ ارشوال ۱۲۷۹ھ میں وفات ہوگئی۔ حاجی محمد عابد صاحب نے اس کے بعد چھتہ کی مسجد میں قیام اختیار فرمایا۔ ایک کبل اور تہ بند بھی ساری عمر آپ کا لباس رہا۔

اس کے بعد ایک سفر کرنا اور پانی پت کا کیا وہاں حضرت شاہ راج خان صاحب ۵ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بھی سلسلہ قادریہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔ وہاں سے واپس آ کر آپ نے چلہ کشی فرمائی اور کرامتیں بہت ظاہر ہونے لگیں۔ ان سلسل کے علاوہ سلسلہ شطاریہ میں بھی آپ مجاز تھے۔

اس سے ایک سال بعد آپ نے پھر چلہ کشی کی۔ یہ چلہ چودھری صابر بخش کی مسجد میں کیا تھا۔ اس موقع پر مولوی نذیر صاحب نے حضرت کی ایک اور کرامت باہرہ تحریر فرمائی ہے۔ اس کے بعد آپ نے مسجد چھتہ میں توجہ خانہ بنوایا۔ وہاں آپ سے خلق خدا مستفید ہوتی رہی۔ (تذکرۃ العابدین ملخصاً ص ۶۸)

آپ ریاضتیں اور مجاہدے وقفہ وقفہ سے فرماتے رہتے تھے مگر اتباع سنت میں قدم راسخ تھا۔ ایک دفعہ آپ کے عزیز و خلیفہ خاص پیر جی محمد انور نور اللہ مرقدہ نے آخری حیات میں کھانا پینا ترک کر دیا تو انہیں آپ نے کہلایا کہ یہ سنت کے خلاف ہے سنت کی پیروی کرتے ہوئے کچھ نہ کچھ کھالیا کریں۔ سوانح قاسمی میں لکھا ہے کہ :

۵۔ دہلی کے نواح میں ایک معمر بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ اہل حق صاحب سے بہت تعلق تھا رحمہم اللہ۔ چالیس سال تک جمعہ کے دن حضرت شاہ صاحب کے یہاں حاضر ہو کر جمعہ ادا کرتے رہے۔ جمعہ کے بعد اسی دن گھر واپس جاتے تھے۔ (تذکرۃ

”حضرت حاجی محمد عابد صاحب فوت فیصلہ اور اصابت رائے میں نسبت مرتضوی رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کو بہت رنجیدہ دیکھا گیا لوگوں کے اصرار پر بتایا کہ ۲۸ سال کے بعد آج صبح کی تکبیر تحریرہ فوت ہوگئی۔“ (تاریخ دیوبند ص ۱۱۰)

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی زیر و بم میں لکھا ہے۔

عاملِ کامل ، دلی ، مردِ خدا	پائے او بر پائے فخر انبیاء
آپ عاملِ کامل اور مردِ خدا تھے	پائے فخر انبیاء کے نقشِ قدم پر چلتے تھے
ہم جمالی ہم جلالی شان او	کانِ حلم و مخزنِ خلقِ نکو
آپ کی شان جمالی بھی تھی اور جلالی بھی	حلم کی کان تھے اور نیک خصلتوں کا خزانہ تھے
نقش و تعویذِ مثالِ نقشِ قدر	فیض او بر خاص و عام مثلِ بدر
آپ کا نقش و تعویذ ایسا ہوتا تھا جیسا کہ تقدیر کا لکھا	آپ کا فیض ہر خاص و عام پر چاند کی روشنی کی طرح عام تھا

دیوبند کے لوگوں کو آپ سے کمال درجہ عقیدت تھی۔ دیوبند کے مسلمانوں میں شاید ہی کوئی بچہ ہوگا جس کے

گلے میں آپ کا تعویذ نہ ہوتا ہو۔ (تاریخ دیوبند ص ۱۱۱)

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب اشرف السوانخ میں تحریر فرماتے ہیں :

”حضرت والا (یعنی حضرت تھانویؒ) کی تواضع اور صدقِ طلب بھی قابلِ صد ہزار آفریں ہے کہ اپنے کو بعد تکمیل بھی کبھی بزرگوں سے مستثنیٰ نہیں سمجھا جب بھی ضرورت پیش آتی بلا ادنیٰ تا مل علاوہ اپنے پیر و مرشد کے اپنے بڑے رتبہ کے پیر بھائیوں سے بھی عرض کرتے رہے اور مشورے لیتے رہے چنانچہ علاوہ حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کے حضرت حاجی سید محمد عابد صاحب دیوبندی سے بھی جو حضرت حاجی صاحبؒ کے خلیفہ مجاز تھے (سلوک میں پیش آمدہ اپنی) اس حالت کو ظاہر کیا۔ سید صاحبؒ نے بھی حال سن کر حضرت والا کی بہت تسلی فرمائی اور فرمایا کہ یوں سمجھنا چاہیے کہ یہ خطرات قلب میں داخل نہیں ہو رہے بلکہ خارج ہو رہے ہیں۔ جیسے اگر چور گھر کے اندر چوری کرنے کے لیے گھسے تب بھی دروازہ پر نظر آتا ہے اور گھر والوں کے جاگ پڑنے کے بعد بھاگنے لگے تب دروازہ ہی سے گزرتا ہوا نظر آتا ہے اھ۔ اس قول کو نقل فرما کر حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں پہلے حاجی محمد عابد صاحب کو بزرگ تو سمجھتا تھا لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ شیخ اور مربی باطن اس درجہ کا نہ سمجھتا تھا لیکن اس ارشاد کو سن کر مجھے معلوم ہوا کہ شیخ اور مربی کامل

درجہ کے تھے۔“ (اشرف السوانح جلد نمبر ۱، باب سیزدہم ص ۲۵۱)

انوار قاسمی میں سوانح مخطوطہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ :

”حاجی صاحب دیوبند میں ایک ذی وجاہت صاحب اثر عابد زاہد ہستی تھے۔ آپ کی بزرگی کا سکہ دیوبند کے ہر خورد و کلان مرد و عورت بچے اور بوڑھے کے دل پر تھا۔ ان کے روحانی فیض نے دیوبند اور اطراف و جوانب بلکہ دوسرے صوبوں کے لوگوں کے دلوں کو بھی مسخر کر رکھا تھا۔“

عابد زاہد ہونے ساتھ بہت بڑے عامل بھی تھے آپ کے تعویذوں کا روحانی فیض بیماروں پر تریاق کا کام کرتا تھا۔ آپ کی صورت کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔ پابندی وضع استقلال طبع اولوالعزمی خوش تدبیری آپ کی مشہور ہے باوجودیکہ دنیا کو ترک کر دیا ہے مگر کوئی آپ سے مشورہ لیتا ہے تو اس میں ایسی اچھی رائے ہوتی ہے جیسے بڑے کسی ہوشیار دنیا دار کی۔ نیز لکھا ہے اہل دیوبند کو آپ سے کمال درجے عقیدت ہے۔ آپ کی ذات فیض آیات سے خلاق کو بہت طرح کا نفع حاصل ہے غیر مذہب والے بھی آپ کے تعویذوں کے معتقد ہیں گھر بار زمین باغ جس قدر آپ کی ملکیت میں تھا سب کا سب راہ خدا میں دے کر محض خدا پر تکیہ کیا ہوا ہے۔ (تاریخ دیوبند ص ۴۷۹، ص ۲۸۰)

تعویذات کے ضرورت مند بعض اوقات حد سے زیادہ پریشان کرتے مگر اخلاق و تواضع کا یہ عالم تھا کہ کبھی ترش رو ہوتے نہیں دیکھا گیا، اتباع سنت کا نہایت درجہ اہتمام تھا۔ (تاریخ دیوبند ص ۴۷۹)

بناء دارالعلوم :

کفر ناچا جس کے آگے بارہا گنگنی کا ناچ
جس طرح جلتے توے پر رقص کرتا ہے پسند
اس میں قاسم ہوں کہ انورشہ کہ محمود الحسن
سب کے دل تھے درد مند اور سب کی فطرت ارجمند
(ظفر علی خاں مرحوم)

حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عربی رسالہ ”الہدایۃ السنیۃ فی

ذکر المدرسۃ الاسلامیۃ الادیوبندیۃ“ کا آغاز اس طرح فرمایا ہے، ترجمہ :

”حمد و ثناء باری اور صلاۃ و سلام بر نبی خیر الالام جب اللہ تعالیٰ شانہ و عز سلطانہ نے ان مشیروں کی بہتری اور بندوں کی رہنمائی کا اس طریقہ پر کہ علوم دینیہ اور فنون بقیہ (تفسیر وحدیث) کا اس

طرح احیاء ہو کہ اعتقاد تصدیق یقین اور تحقیق کے ساتھ ہو تو اس نے الہام فرمایا ایک ایسے سید پر جو نسب والا شرافت حسب والا اور برگزیدہ ہے۔ قوت قدسیہ والا اور خدا کی وہی بلندی والا ہے جس کی تدبیر پر (لوگ) راضی ہوتے ہیں۔ ہر چھوٹے پر شفقت اور بڑے کی تعظیم کرنے والے ہیں ان جیسا دوسرا کوئی آدمی نہیں ہے وہ نقش و نگار و خوبصورتی میں اور عظمت و جلال میں صورت و سیرت میں اور تہائی (کی پاکیزگی) اور طبیعت میں روشن کن رائے میں ذکی الطبع ہونے میں عدیم العظیم ہیں۔ آزمائش میں بلند دیکھنے میں پُر رونق ہیں اور پسندیدہ مشورہ دینے والے ہیں اور جسے ان باتوں پر یقین نہ آئے تو (آزمائے کیونکہ) خبر کی تصدیق آزمائش کر دیتی ہے۔

باحیا متقی، مستحی، پاکباز اپنے جیسے بڑوں بڑوں کے لیے باعث فخر ہیں (جن کا نام نامی) السید الاجل محمد عابد ہے اللہ تعالیٰ ان کو تادیر قائم رکھے اور ان کی آرزوؤں کی آخری حدود تک ان کو ترقی بخشا رہے جب تک بادل برستار ہے اور کتاب پڑھی جاتی رہے (یعنی ہمیشہ) ان پر اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا۔ اس مدرسہ کی بنیاد رکھنے کا جس کی بنیاد تقویٰ پر اور افضل راستہ پر رکھی گئی ہے اگرچہ جگہ (نخلہ انگریز) اور زمانہ نامساعد ہے اور وقت بھی موافقت نہیں کر رہا (۱۸۵۷ء کے بعد سے) (لیکن) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی مقدور ہے جو غلبہ والا اور علیم ہے۔ حکمتوں والا اور حلیم ہے وہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے اسباب مہیا کر دیتا ہے اور ایسے لوگ معین فرما دیتا ہے، وہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو ”گن“ کے حکم سے وہ چیز وجود میں آجاتی ہے پس پاک ہے ہر عیب و عابزی سے وہ ذات جس کے قبضہ میں ہر چیز کی ملکیت و حکومت ہے والیہ ترجعون، سید صاحب نے اہل خیر کو اس کا ثواب میں امداد اور اس مشورہ کی تائید کے لیے ہجرت نبوی کے ۱۲۸۲ھ میں بلا یا۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم و عظم و کرم (یعنی انہیں مزید بڑائیاں اور اکرام بخشے) لوگوں نے آپ کی بات غور سے سنی مدد کی، لیکر کہا اور آپ کے پیچھے چل پڑے آپ کی سعی مقبول سے مدرسہ علم اور اہل علم کا ٹھکانہ بن گیا اور فضل اور اہل فضل کا مرجع دین اور اہل دین کا مقام بن گیا اور یہ سید صاحب کے اعتبار سے کوئی ایسی نئی عجیب بات بھی نہیں ہے کیونکہ بیٹا اندر سے باپ کا نمونہ ہوا کرتا ہے یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرمادے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔“

حضرت کی تحریر میں ”الولد سر لایبہ“ میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ آپ کے خاندان نے خانقاہ سید

ابراہیم میں عرصہ تک علمی خدمات انجام دی تھیں اور ہو سکتا ہے کہ اشارہ رحمۃ اللعالمین ﷺ کی طرف ہو۔ واللہ اعلم
تذکرۃ العابدین میں اس الہام کی تفصیل اس طرح کی گئی ہے :

جب حضرت حاجی صاحب نے دوبارہ چلہ کر لیا تو ایک روز آپ نے رسول خدا ﷺ کو خواب
میں دیکھا صبح کو مولوی فضل الرحمن صاحب وغیرہ کو بلایا کہ علم دین اٹھا جاتا ہے کوئی تدبیر کرو کہ علم
دین قائم رہے۔ جب پرانے عالم نہ رہیں گے تو کوئی مسئلہ بتانے والا بھی نہ رہے گا جب سے دہلی
کا مدرسہ گم ہوا ہے کوئی علم دین نہیں پڑھتا۔ اُس وقت سب صاحبوں نے عرض کیا کہ جو تدبیر آپ
فرمائیں وہ ہم کو منظور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ چندہ کر کے مدرسہ قائم کرو اور کارخانہ لے کر اپنا چندہ لکھ
دیا اور روپے بھی آگے دھر دیئے اور فرمایا کہ انشاء اللہ ہر سال یہ چندہ دیتا رہوں گا چنانچہ اسی وقت
سب صاحبان موجودہ نے بھی چندہ لکھ دیا پھر حاجی صاحب مسجد سے باہر کو نکلے چونکہ حاجی صاحب
کبھی کہیں نہیں جاتے تھے جس کے گھر پر گئے اسی نے اپنا فخر سمجھا اور چندہ لکھ دیا۔ اسی طرح شام
تک قریب چار سو روپیہ کے چندہ ہو گیا۔

اگلے روز حاجی صاحب نے مولوی محمد قاسم صاحب کو میرٹھ خط لکھا کہ آپ پڑھانے کے واسطے
دیوبند آجائیں فقیر نے یہ صورت اختیار کی ہے۔ مولوی محمد قاسم صاحب نے جواب لکھا کہ میں
بہت خوش ہوں، خدا بہتر کرے۔ مولوی محمود صاحب کو پندرہ روپے ماہوار تنخواہ مقرر کر کے
بھیجتا ہوں۔ وہ پڑھائیں گے اور میں مدرسہ مذکور میں ساعی رہوں گا چنانچہ مولوی محمود صاحب
دیوبند آئے اور مسجد چھتہ ۶ میں عربی پڑھانا شروع کیا۔ یہی واقعہ تاریخ دیوبند میں منشی فضل حق
صاحب کی سوانح مخطوطہ کے حوالہ سے مفصل لکھا ہے آخر میں یہ شعر بھی لکھا ہے۔

مرد حق عابد صداقت کیش اولاً گسترائند رو ماش

تاریخ دیوبند میں ہے کہ آج تک بھی بفضلہ تعالیٰ وہ انار کا درخت موجود ہے جس کے سایہ میں مدرسہ شروع
ہوا۔ اسی مسجد کے حجروں میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس اللہ

اسرارہم کا قیام بھی رہا۔ اس کے شمالی حجروں کی جگہ ۱۳۹۰ھ میں ابنی عمارت بن گئی ہے۔ (تاریخ دیوبند ص ۳۹۰)

۶ مسجد چھتہ میں حضرت حاجی محمد عابد صاحب قدس سرہ کا قیام ساٹھ برس تک رہا یہی مسجد حضرت حاجی محمد عابد صاحب کی عبادت گاہ تھی اور
وہیں آپ کا خلوت خانہ تھا کہ اب تک ہے ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ وہیں آج کل مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی قیام رکھتے ہیں اور درس
دیتے ہیں اور دارالعلوم میں درس بخاری بھی دیتے ہیں۔ حامد میاں غفرلہ ۱۵/صفر ۹۶ھ/۱۶/فروری ۶۷ء

یہ چندہ کا واقعہ بروز جمعہ ماہ ذی قعدہ ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء میں ہوا (تاریخ دیوبند ص ۳۳۱ تا ۳۳۳)۔ مدرسہ کا آغاز ۱۸۵۷ء سے تقریباً دس سال بعد ہوا، پیشہ کا دن تھا اور ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ (۳۰ مئی ۱۸۶۶ء) تھی۔ استاد کا اسم گرامی بھی محمود تھا اور شاگرد بھی محمود (یعنی شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہما) جب یہ خبر عام ہوئی کہ علم عربی پڑھانے کو مدرسہ قائم ہو گیا ہے تو طالب علم بے جوق درجوق آنے لگے۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں باعث کثرت طلبا مسجد میں گنجائش نہیں رہی تب ایک مکان ۵ کراہ پر لیا گیا ہے مگر اس قدر کثرت طلباء کی ہوئی کہ تہا ملا محمود صاحب تعلیم نہ دے سکے چنانچہ اس عرصہ چندہ بھی زیادہ آنے لگا۔ اس وقت حاجی صاحب نے مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی فضل الرحمن صاحب، مولوی ذوالفقار علی صاحب و مولوی مہتاب علی صاحب و فاضل حق صاحب وغیرہ کو اہل شوریٰ قرار دیا کہ کاروبار مدرسہ حسب رائے اہل شوریٰ ہو کرے اور خود بھی اہل شوریٰ و سرپرست و مہتمم بلا تنخواہ رہے جب چندہ کی زیادہ آمدنی ہونے لگی، اہل شوریٰ سے مشورہ کیا گیا کہ دو مدرس چھوٹی کتابیں پڑھانے والے اور مقرر کیے جائیں اور مولوی محمد یعقوب صاحب کو بریلی سے بلا کر مدرس اول کیا جائے اور ایک مدرس فارسی اور ایک قرآن شریف کا مقرر کیا چونکہ یہ کام متعلق دین محمدی کے تھا اس لیے یہ سب مدرس اہل فخر رکھے گئے تاکہ کاروبار مدرسہ میں یہ لوگ دل سے توجہ کریں۔ (تذکرۃ العابدین ص ۷۰)

اسی زمانہ میں یہ مشورہ قرار پایا کہ دیوبند میں جامع مسجد نہیں ہے جامع مسجد ۹ بنائی جائے چنانچہ آپ نے متفق الرائے ہو کر بازار کے نزدیک ایک اونچی جگہ پسند کی اور اس جگہ کھڑے ہو کر دعا بھی مانگی کہ خداوند! یہاں جامع مسجد بن جاوے مگر اس جگہ لوگوں کے مکان تھے ہر چند تدبیریں کیں کہ یہ جگہ مل جائے مگر کوئی تدبیر پیش نہ آئی کیونکہ جب ان مکان والوں سے کہتے تھے کہ یہ جگہ دے دو تو وہ یہ کہتے تھے کہ اپنے مکان ہم کو دے دو اور یہ جگہ لے لو، یہ سُن کر خاموش ہو جاتے بے پہلے سال میں ۵۸ بیرونی طلبہ میں صرف ۶ طالب علم ایسے تھے جو خود اپنے اخراجات کا تکفل کر سکتے تھے بقیہ ۵۲ طلبہ کے خورد و نوش اور قیام وغیرہ کا تمام تر بار اہل دیوبند نے بخندہ پیشانی برداشت کیا۔ سبقت الی الخیر کا یہ عمل بالیقین ان لوگوں کو السا بقون الاولون کے شرف سے ممتاز کرتا ہے (باوجودیکہ ۵۷ء میں ان کی جائیدادیں بھی ضبط کر لی گئی تھیں)۔ ۵ یہ مکان مسجد قاضی کے نزدیک لیا گیا تھا جیسا کہ حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین صاحب قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے حضرت حاجی محمد عابد صاحب قدس سرہ کی تجویز کو قومی چندے کے ذریعہ مدرسہ قائم کیا جائے بہت مقبول اور کارگر رہی۔ تاریخ دیوبند میں ہے دارالعلوم دیوبند کی اس مثال نے ملک کے لیے مشعل راہ کا کام دیا۔ اجتماعی اور قومی کاموں کے لیے سرمایہ حاصل کرنے کا یہ پہلا حُجّیل تھا۔ ”اس نسخہ کیما“ کا ہاتھ آتا تھا کہ جا بجا اس کی تقلید میں مدارس جاری ہونے شروع ہو گئے چنانچہ قیام دارالعلوم کے چھ سات ماہ کے بعد سہارنپور میں مظاہر علوم اسی اصول پر قائم ہوا۔ آگے چل کر لکھتے ہیں: دارالعلوم کے قیام کے آٹھ نو سال بعد ۱۸۷۵ء میں علی گڑھ کالج (مسلم یونیورسٹی) بھی اسی طریقہ پر قائم ہوا۔ (ص ۳۳۳، ص ۳۳۴) ۱۔ اب دیوبند میں متعدد مساجد میں نماز جمعہ ہوتی ہے مگر جامع مسجد یہی کہلاتی ہے اور یہ سب سے بڑی مسجد ہے۔ حامد میاں غفرلہ

تھے آخر الامرا ایک روز حاجی صاحب نے بھی ان سے کہا انہوں نے وہی جواب دیا اس وقت حاجی صاحب نے فرمایا کہ میں نے اپنا مکان اور نشست گاہ تم کو دیا تم جگہ مسجد کو دے دو انہوں نے فوراً دیدی۔ حاجی صاحب نے اپنا مکان دیکھا ان کو دیکر ارادہ حج بیت اللہ شریف ۱۲۸۴ھ کیا اور جو کچھ جائیداد جدی تھی اس کو عزیزوں اور قریبوں میں تقسیم کر دیا اور مولوی رفیع الدین صاحب کو مہتمم مدرسہ مقرر کر دیا اور آپ برائے حج بیت اللہ روانہ ہوئے اس وقت شہر والوں کو اتار نچ تھا کہ تحریر نہیں ہو سکتا۔ (تذکرۃ العابدین ص ۷۱)

صاحب تاریخ دیوبند تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد کے زمانہ تعمیر کے ایک اشتہار میں تعمیر مسجد کی تحریک کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

”حضرت حاجی محمد عابد حسین صاحب نے خواب میں دیکھا کہ اس مقام پر جہاں اب جامع مسجد واقع ہے آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہیں اور آپ کے سامنے ایک طشت رکھا ہوا ہے جو دودھ سے بھرا ہوا ہے۔ داہنی جانب ایک شخص ہے جو روپیہ لالا کر آنحضرت ﷺ کے سامنے انبار لگا رہا ہے آپ نے حاجی صاحب سے ارشاد فرمایا کہ: ”یہاں مسجد بنانا شروع کر دو“۔ (تاریخ دیوبند ص ۲۹۸)

آگے تحریر فرماتے ہیں (اس بارے میں کہ اتنی بڑی تعمیر کیسے ہو سکے گی) لوگ متحیر تھے۔ آخر ایک جگہ متعین کر کے سب لوگ رات کو جمع ہوئے اور بارگاہ رب العزت میں دُعا کی، لوگوں میں تعمیر مسجد کا ایسا جذبہ پیدا ہو گیا کہ انہوں نے روپے کے علاوہ زیور پکڑے برتن لکڑی اینٹ اور چونا غرض کہ جو جس سے بن پڑا اس نے لاکر رکھ دیا۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم تعمیر قرار پائے اور مولانا عبدالحق تحصیل چندہ پرامور کیے گئے۔ (تاریخ دیوبند ص ۲۹۹)

صحن کے اطراف میں قدیم طرز پر مدرسہ اور طلباء کے لیے دالان اور حجرے بنائے گئے ہیں دارالعلوم دیوبند اپنے ابتدائی چند سالوں میں اس جامع مسجد میں بھی رہا ہے مگر جب اس کی روز افزوں ترقی کے باعث یہ جگہ ناکافی ثابت ہوئی تو دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا (تاریخ دیوبند ص ۲۹۰-۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں دارالعلوم جامع مسجد میں منتقل ہو گیا) (تاریخ دیوبند ص ۳۶۱)۔ جامع مسجد کی تعمیر ۱۲۸۳ھ میں شروع ہوئی اور ۱۲۸۶ھ میں مکمل ہو گئی تھی حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے موسم و مہتمم تعمیر کی حیثیت سے مسجد کے شمالی دروازے پر مسجد کے انتظام سے متعلق ایک دستور العمل سنگ سرخ پر کندہ کرا کر نصب کرا دیا ہے۔ چنانچہ اسی کے مطابق نظم و نسق قائم ہے۔ سید جمعیت علی صاحب دیوبندی نے چھ ہزار تین سوا شعار پر مشتمل ایک مثنوی لکھی ہے جس میں تمام کیفیات تعمیر دی گئی ہیں۔ اس میں حاجی صاحب کی نسبت یہ شعر ہے۔

پیر جی عاشق علی کے نور عین بانی مسجد ہوئے عابد حسین

(تاریخ دیوبند ص ۲۹۸) (جاری ہے)

”الحامد ٹرسٹ“ نزد جامعہ مدنیہ جدیدہ رائے ونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدث کبیر حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادہ عام کی خاطر ان کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لٹری میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

﴿ نظر ثانی و عنوانات : مولانا سید محمود میاں صاحب ﴾

بانی دارالعلوم دیوبند

حضرت سید حاجی محمد عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ

حلم و عفو :

آپ اکثر یہ فرماتے کہ جو مجھ کو صبح سے شام تک برا کہتا ہے میں اُس کو رات کو معاف کر دیتا ہوں اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے، فقیر وہ ہے جو برا کہنے والے کو بھی بُرا نہ کہے اور کوئی بدنی یا قلبی یا عملی تکلیف نہ پہنچائے، اس (یعنی اللہ) کی رضا پر راضی رہے البتہ اس وقت آپ کو بہت غصہ ہوتا تھا جب آپ سے کوئی کہہ دیتا کہ فلاں نے جائز کونا جائز اور حرام کو حلال اور حق کو ناحق کیا ہے، اُس وقت تو جو سامنے آتا تھا بگڑ جاتے تھے مگر پھر کچھ دیر بعد غصہ رفع ہو جاتا تھا۔ (تذکرۃ العابدین ص ۸۴)

صاحب تذکرہ نے آپ کی بہت سی کرامات لکھی ہیں اور اہل دیوبند میں خبر مستفیض بلکہ تو اتر کے طور پر آپ کی کرامات منقول چلی آ رہے ہیں رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ بتوفیق الہی آپ سات بار سعادت حج سے مشرف ہوئے۔ تقبل اللہ منا ومنہ.

علاقت و وفات :

حضرت حاجی صاحب کو ۱۹/۱۲/۱۳۳۱ھ کو بخار ہوا اور کچھ سینہ میں درد ہوا اور غفلت زیادہ ہوئی مگر یہ سب کو معمولی سی بات معلوم ہوتی تھی کیونکہ اکثر ایسا ہوتا تھا اور نماز کے وقت ہوش ہوتا تھا چنانچہ اب کی مرتبہ بھی یہی خیال تھا مگر جمعرات کے روز ۲۷/۱۲/۱۳۳۱ھ کو زیادہ طبیعت خراب ہوئی اور قریب ساڑھے چار بجے کے آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا بجا ہے؟ عرض کیا گیا ۴ بج چکے ہیں۔ آپ نے عصر کی نماز کے واسطے کانوں پر ہاتھ رکھے اور فوراً وصال ہو گیا۔ جمعہ کے روز ۲۸/۱۲/۱۳۳۱ھ کو گیارہ بجے کے بعد قریب مزار رشید صاحب مدفون ہوئے۔ (تذکرۃ العابدین ص ۸۹)

قبرستان قاسمی کے شمال میں قدرے مائل بمشرق آپ کا خام مزار ایک چبوترہ پر واقع ہے۔ یہ قبرستان آپ ہی کے نام سے موسوم ہے۔ قبرستان قاسمی اور اس قبرستان میں کچھ ہی قدم کا فاصلہ ہے۔ آپ کی تاریخ وفات کے مختلف اشعار ہیں :

بکش احمد آہ از رحلتش لقد فاز نوراً عظیماً بگو
خلد میں ہو عابد والا گہر کا گہر غریب یہ دُعا وہ ہے کہ ہے جس سے عیاں سالِ وفات
زانکہ رضواں گفت بر مرگش غریب عابد آمد در بہشت عطر بیز
وغیرہ

رحمہ اللہ و جزاہ عننا وعن جمیع المسلمین خیراً آمین

حامد میاں غفرلہ

۱۶/۱۲/۱۳۹۶ھ فروری ۱۹۷۶ء

نوٹ

حضرت حاجی سید عابد حسین صاحب کے بارے میں حضرت مولانا سید حامد میاں نے ایک اور تفصیلی مضمون بھی تحریر فرمایا ہوا ہے جس کو انشاء اللہ قسط وار جنوری کے شمارے سے شائع کیا جائے گا۔ قارئین کرام نوٹ فرمائیں۔ (ادارہ)

